ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی مشروعیت اور مقاماتِ اجتہاد کا اصولی تجزیہ

THE LEGITIMACY OF IJTIHĀD IN NON-TEXTUAL ISSUES AND A PRINCIPLED ANALYSIS OF THE DOMAINS OF IJTIHĀD

Dr. Muhammad Imran
Assistant Professor, Usool –ud-din department ,Institute of Islamic Studies University of Karachi.
drmuhammadimranshami@gmail.com
Muhammad Shahbaz
PhD Scholar, Usool –ud-din department,Institute of Islamic Studies University of Karachi
drshahbazsalik@gmail.com
Hajra Abdul Samad
PhD scholar, Usool –ud-din department ,Institute of Islamic Studies University of Karachi.
Hajrasamad443@gmail.com

Abstract:

Ijtihād has remained one of the most dynamic and indispensable mechanisms of Islamic jurisprudence, enabling Islamic law to respond effectively to emerging issues and changing social realities. The legitimacy and scope of ijtihād, however, are governed by well-established principles that distinguish between matters open to juristic reasoning and those determined conclusively by the primary sources of Sharīʿah.

This study examines the legitimacy of ijtihād in non-textual (ghayr manṣūṣ) issues and provides a principled analysis of its proper domains within the framework of Uṣūl al-Fiqh. Employing a qualitative and analytical methodology, the research investigates the evidences supporting ijtihād in matters lacking explicit textual rulings, drawing upon the Qur'an, the Sunnah, the practice of the Companions, and the opinions of classical jurists. It further identifies the categories in which ijtihād is impermissible, including definitive Qur'ānic texts, mutawātir Sunnah, definitive consensus (ijmāʿ qaṭʿī), conclusive analogical reasoning (qiyās jalī qaṭʿī), established legal maxims, rational certainties, linguistic and empirical facts, and essential theological doctrines. The study also explores the juristic disagreement concerning certain domains, such as khabar mashhūr, khabar āḥād, and various forms of qiyās, while clarifying the circumstances under which ijtihād remains valid in contemporary non-textual issues.

In addition, it critically examines the concept of partial ijtihād (tajazzī al-ijtihād), presenting the major scholarly opinions and evaluating the strongest view in light of classical juristic principles. The study concludes that ijtihād is both legitimate and necessary in matters for which no definitive textual evidence exists, provided that it is exercised by qualified jurists within the methodological boundaries established by Islamic legal theory. Such disciplined ijtihād preserves the authenticity of Sharīʿah while ensuring its continued relevance in addressing contemporary legal and societal challenges.

Keywords: Ijtihād, Non-Textual Issues, Uṣūl al-Fiqh, Scope of Ijtihād, Islamic Jurisprudence, Qiyās, Ijmāʿ, Contemporary Fiqh.

اسلامی شریعت ایک کامل، جامع اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے، جس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے بنیادی اصول وضوابط فراہم کیے ہیں۔ تاہم انسانی معاشرہ مسلسل ارتقاء پذیر ہے اور زمانے کے تغیر کے ساتھ ایسے نئے مسائل اور معاملات جنم لیتے رہتے ہیں جن کے بارے میں قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ میں صریح نص موجود نہیں ہوتی۔ ان غیر منصوص مسائل کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے "اجتہاد" کا دروازہ کھلا رکھا ہے، تاکہ ہر دور میں پیش آنے والے نئے مسائل کا حل اسلامی اصولوں کی روشنی میں تلاش کیا جاسکے۔

اجتہاد، اصولِ فقہ کا ایک بنیادی اور نہایت اہم باب ہے، جس کے ذریعے اہلِ علم کتاب وسنت کے کلی اصولوں اور شرعی دلائل سے استنباط کرتے ہوئے ایسے مسائل کا شرعی حکم متعین کرتے ہیں جن کے متعلق کوئی صریح نص موجود نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کے بعد صحابۂ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین اور بعد کے فقہاء نے اپنے اپنے ادوار میں پیش آنے والے بے شمار جدید مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعے پیش کیا، جس کے نتیجے میں اسلامی فقہ ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ رہی۔

تاہم اجتہاد کی مشروعیت کے ساتھ اس کے حدود و قیود بھی شریعت نے واضح کر دیے ہیں۔ ہر وہ مسئلہ جس میں قطعی نص، اجماعِ قطعی یا ایسا قطعی شرعی ثبوت موجود ہو جس میں اختلاف کی گنجائش نہ ہو، وہاں اجتہاد کی اجازت نہیں۔ اس کے برعکس وہ مسائل جن میں صریح نص موجود نہ ہو، یا نص کی دلالت ظنی ہو، یا نئے حالات کی روشنی میں شرعی اصولوں کی تطبیق درکار ہو، وہاں اجتہاد نہ صرف جائز بلکہ امت کی اجتماعی ضرورت بھی ہے۔ اسی لیے اصولیین نے مقاماتِ اجتہاد، موانعِ اجتہاد اور اختلافی مقامات کو تفصیل سے بیان کیا ہے تاکہ اجتہاد شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے انجام دیا جاسکے۔

عصرِ حاضر میں مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل معیشت، اسلامی مالیات، حیاتیاتی ٹیکنالوجی، طبی پیش رفت، خاندانی قوانین اور بین الاقوامی تعلقات جیسے متعدد جدید مسائل سامنے آچکے ہیں، جن کے شرعی احکام تک رسائی کے لیے اصولی اور منضبط اجتہاد ناگزیر ہو گیا ہے۔ ایسے حالات میں یہ جاننا ضروری ہے کہ کن مسائل میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے، کن امور میں اجتہاد کی اجازت نہیں، اور کن مقامات کے اجتہادی ہونے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ انہی بنیادی مباحث کا اصولی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی مشروعیت کے دلائل، مقاماتِ اجتہاد، غیر مقاماتِ اجتہاد، اختلافی مقامات سے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے، تاکہ اجتہاد کے صحیح دائرۂ کار کو واضح کیا جاسکے اور عصرِ حاضر کے نوپید مسائل کے حل میں اس کی اصولی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے۔

مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کا حکم

غیر منصوص مسائل سے مراد وہ مسائل ہیں جن کے بارے میں قرآنِ کریم یا سنتِ نبوی ﷺ میں کوئی صریح اور قطعی نص موجود نہ ہو، یا اگر کوئی نص موجود ہو تو وہ اس مسئلے کی تمام جزئیات پر واضح دلالت نہ کرتی ہو۔ ایسے مسائل میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے اہلِ علم کو کتاب و سنت کے کلی اصولوں، مقاصدِ شریعت، اجماع، قیاس اور دیگر معتبر اصولِ استنباط کی روشنی میں غور و فکر کرنا پڑتا ہے، جسے اصطلاحِ شریعت میں اجتہاد کہا جاتا ہے۔

اسلامی شریعت نے غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ ضرورت کے وقت اسے شرعی تقاضا بھی قرار دیا ہے، کیونکہ شریعت کے بنیادی نصوص محدود ہیں، جبکہ انسانی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور مسائل غیر محدود ہیں۔ اگر اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا جائے تو نئے پیش آنے والے معاملات کے شرعی احکام معلوم کرنا دشوار ہو جائے گا، جو شریعت کی جامعیت اور ابدیت کے منافی ہے۔

قرآنِ کریم متعدد مقامات پر اہلِ علم کو غور و فکر، تدبر اور استنباط کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾[1]

"اگر وہ اس معاملے کو رسول اور اپنے اہلِ اختیار کے سامنے پیش کرتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔"

اس آیت میں "استنباط" کا لفظ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جن مسائل میں صریح نص موجود نہ ہو، ان میں اہلِ علم شرعی اصولوں کی روشنی میں حکم اخذ کریں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کرتے وقت دریافت فرمایا کہ وہ فیصلے کس بنیاد پر کریں گے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ پہلے قرآن سے، پھر سنت سے، اور اگر وہاں صریح حکم نہ ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کریں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طرزِ عمل کو پسند فرمایا۔[2] یہ حدیث اس بات کی بنیادی دلیل ہے کہ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد مشروع اور معتبر ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی بے شمار ایسے مسائل پیش آئے جن کے بارے میں کوئی صریح نص موجود نہ تھی۔ انہوں نے اجتماعی مشاورت، قیاس اور دیگر اصولِ استنباط کی بنیاد پر ان کے شرعی احکام بیان کیے۔ بعد کے ادوار میں ائمۂ مجتہدین نے بھی انہی اصولوں کو بنیاد بنا کر اسلامی فقہ کو وسعت دی، جس کے نتیجے میں فقہ اسلامی ہر دور کے نئے مسائل کا حل پیش کرنے کے قابل رہی۔

قرونِ اولی سے اسکی چند ایک مثالیں:

1: جیسے قرآن مجید پر اعراب اور نقطے لگانا تاکہ تحریف و تصحیف سے محفوظ رہے۔

2: قرآن مجید کو ایک مصحف کی صورت میں جمع کرنا تاکہ قرآن مجید ضائع ہونے اور بھولنے سے محفوظ رہے۔

3: حضرت ابو بکر صدیق کا حضرت عمر کو خلیفہ بنانا۔

4: مسجد نبوی کی توسیع کے لیے مسجد کے اطراف کے گھروں کو گرانا جیسا کہ حضرت عمر اور عثمان نے کیا۔

5: لوگوں کی آسانی کے لیے ایک مخصوص سکہ رائج کرنا، یہ بھی حضرت عمر نے کیا۔

6:قیدیوں کے لیے قید خانہ بنانا یہ بھی حضرت عمر نے کیا۔

7:جمعہ کی اذان ثانی رائج کرنا، حضرت عثمان نے کیا۔

8:تدوین کتب یعنی کتابوں کو دیوان کی صورت میں جمع کرنا۔

یہ تمام وہ مسائل ہیں، جن کے بارے میں نہ نبی کریم، ﷺ سے کوئی شئے منقول ہے نہ قرآن وحدیث سے کوئی خاص نص ان کے بارے میں منقول ہے بلکہ یہ تمام امور غیر منصوصہ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے کیے۔

موجودہ دور کے غیر منصوص علیہ مسائل:

1:اعضاء کی پیوند کاری۔

2:خون کی خرید وفروخت۔

3:رحم کو کرایہ پر دینا۔

4:ٹیسٹ ٹیوب بے بی۔

5:کریڈٹ کارڈ۔

6:انعامی بانڈز۔

7:انشورنس پالیسز۔

8:نوٹ کی شرعی حیثیت۔

9:کرنسی کا تبادلہ۔

10:پگڑی کی بیع۔

11:مالی جرمانہ۔

12:انسانی کلوننگ۔

13:پلاسٹک سرجری۔

14:ناخن پالش اور وضو۔

15:کاغذ، ٹشو سے استنجاء۔

16:پٹرول سے کپڑے کو دھونا۔

17:مصنوعی اعضاء پر وضو۔

18:انجکشن سے روزہ ٹوٹنا۔

19:مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ۔

20:چلتی ٹرین میں نماز۔

21:بے وضو موبائل میں قرآن چھونا۔

دیگر جدید معاملات انہی غیر منصوص مسائل کی مثالیں ہیں، جن میں براہِ راست نصوص موجود نہیں۔ ایسے مسائل میں شرعی اصولوں اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں اجتہاد کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، تاکہ اسلامی قانون اپنی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے نئے حالات کا مؤثر جواب دے سکے۔

اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد شریعت کی ایک مسلم اور ثابت شدہ اصل ہے۔ البتہ اس کا حق صرف ایسے اہلِ علم کو حاصل ہے جو قرآن و سنت، اصولِ فقہ، عربی زبان، مقاصدِ شریعت اور دیگر شرعی علوم پر گہری دسترس رکھتے ہوں۔ ان شرائط کی رعایت کے ساتھ کیا گیا اجتہاد نہ صرف جائز بلکہ امت کی دینی اور اجتماعی ضروریات کی تکمیل کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

وہ مقامات جہاں اجتہاد نہیں ہو سکتا:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اجتہاد اسلامی شریعت میں شرعی احکام کے استنباط کا ایک معتبر ذریعہ ہے، لیکن اس کا دائرۂ کار غیر محدود نہیں۔ اصولِ فقہ کے مسلمہ قواعد کے مطابق اجتہاد صرف ان مسائل میں کیا جا سکتا ہے جہاں قطعی اور غیر قابلِ تاویل نص موجود نہ ہو۔ اگر کسی مسئلے کا حکم قرآنِ کریم، سنتِ متواترہ، اجماعِ قطعی یا کسی ایسے قطعی شرعی دلیل سے ثابت ہو جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہ ہو، تو وہاں اجتہاد کی اجازت نہیں، کیونکہ اجتہاد نصوصِ قطعیہ کے مقابلے میں رائے قائم کرنے کا نام نہیں بلکہ ان مسائل میں شرعی حکم معلوم کرنے کا ذریعہ ہے جن کے بارے میں قطعی نص موجود نہ ہو۔

ائمۂ اصول نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ "لا اجتهاد مع النص" یعنی "جہاں واضح اور قطعی نص موجود ہو وہاں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔" اس اصول کا مقصد شریعت کے قطعی احکام کو ہر قسم کی تبدیلی، تحریف یا ذاتی آراء سے محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ نماز کی فرضیت، زکوٰۃ کی فرضیت، رمضان کے روزوں کی فرضیت، شراب اور سود کی حرمت، وراثت کے متعین حصے اور دیگر ایسے احکام جو قطعی نصوص سے ثابت ہیں، ان میں کسی قسم کا اجتہاد یا تبدیلی جائز نہیں۔

اسی طرح جن مسائل پر امت کا قطعی اجماع منعقد ہو چکا ہو، وہاں بھی اجتہاد کی گنجائش باقی نہیں رہتی، کیونکہ اجماعِ قطعی خود ایک مستقل شرعی دلیل ہے۔ اسی طرح وہ امور جو عقلی یا حسی طور پر یقینی ہوں یا جن کے معانی عربی زبان کے قطعی قواعد سے متعین ہوں، ان میں بھی اجتہاد کا محل نہیں ہوتا۔

ذیل میں وہ مقامات درج ہیں کہ جن میں اجتہاد نہیں ہو سکتا۔

1۔ قرآن پاک:

قرآن کریم کی نص کی موجودگی میں اس کے خلاف اجتہاد نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ نص نصِ قطعی ہے لیکن اس نص کی کسی حکم پر دلالت بھی قطعی ہو تو اس کے مخالف اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے۔

المستصفی للغزالی میں ہے:

’’والمجتهد فيه كل حكم شرعي ليس فيه دليل قطعي‘‘ [3]

ترجمہ: اجتہادی حکم شرعی میں دلیل قطعی نہیں ہوتی۔

فصول البدائع للفناری میں ہے:

’’إلا إذا خالف قطعي الثبوت والدلالة من الكتاب والسنة والإجماع‘‘ [4]

ترجمہ: مگر جب وہ کتاب و سنت اور اجماع کے قطعی الثبوت قطعی الدلالت کے خلاف چلے۔

2: سنتِ متواترہ:

جب سنت متواترہ کی نص قطعی موجود ہو تو اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور یہاں قطعی سے مراد قطعی الدلالت و قطعی الثبوت ہے۔ جیسا کہ ابھی فصول البدائع کی عبارت گزری۔

3: اجماع قطعی:

اجماعِ قطعی کی موجودگی میں اجتہاد نہیں ہو سکتا۔ اجماع فردی یا ظنی کا حکم آگے آئے گا۔

علامہ آمدی لکھتے ہیں:

’’وإنما يمكن نقضه بأن يكون حكمه مخالفا لدليل قاطع من نص أو إجماع أو قياس جلي‘‘ [5]

ترجمہ: اس کا نقض اس طور پر ممکن ہے کہ اس کا حکم نص اجماع یا قیاس جلی کی دلیل قطعی کا مخالف ہو۔

ابن بدران المدخل میں لکھتے ہیں:

’’وينقض أيضا بمخالفته إجماعا قطعيا لا ظنيا في الأصح‘‘ [6]

ترجمہ: مجتہد کے اجماع قطعی کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اس کا اجتہاد ختم ہو جائے گا البتہ اصح قول کے مطابق دلیل ظنی کی مخالفت سے نہیں ہو گا۔

امام سیوطی لکھتے ہیں:

’’وما خالف المذاهب الأربعة، فهو كالمخالف للإجماع وهو ما كانت العلة فيه منصوصة أو كان قد قطع فيه بنفي الفارق بين الأصل والفرع كما سبق تحقيقه، ولو كان حكمه مخالفا لدليل ظني من نص أو غيره، فلا ينقض ما حكم به بالظن لتساويهما في الرتبة‘‘[7]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ترجمہ: مذاہب اربعہ کا مخالف اجماع کے مخالف کی طرح نہیں اور یہ وہ ہے جس میں علت منصوصہ ہو یا اصل اور فرع کے درمیان فرق کرنے والی چیز کے منعدم ہونے کی بناء پر قطعی آجائے اگر مجتھد کا حکم دلیل ظنی کی مخالف ہو تو اس کا حکم برقرار رہے گا کیونکہ یہ دونوں (مجتھد کا حکم اور دلیل ظنی) مرتبہ کے برابر نہیں ہے۔

4:قیاس جلی قطعی:

قیاس جلی قطعی کی موجودگی میں اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے۔ قیاس جلی ظنی اور قیاس خفی کا حکم آئے گا۔

علامہ آمدی کی عبارت ابھی گزری ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

’’فإن قيل: فلو خالف الحاكم قياسا جليا هل ينقض حكمه؟ قلنا: قال الفقهاء: ينقض. فإن أرادوا به ما هو في معنى الأصل مما يقطع به فهو صحيح‘‘ 8

ترجمہ: اگر کہا جائے حاکم وقت قیاس جلی کی مخالفت کرے تو اس کا حکم ختم ہو جائے گا! ہم کہیں گے فقہاء نے فرمایا: اس کا حکم ختم ہو گا۔ اگر فقہاء نے قیاس جلی سے مراد وہ لیا جو اصل کے معنی میں ہوتا ہے یعنی قطعی الثبوت تو یہ درست ہے۔

شرح تنقیح الفصول میں علامہ قرافی لکھتے ہیں:

’’ولا يمنع النقض هو ما خالف أحد أمور أربعة: الإجماع أو القواعد أو النص أو القياس الجلي‘‘ 9

ترجمہ: چار امور (اجماع، قواعد یا نص یا پھر قیاس جلی) میں سے کسی ایک کی جو مخالفت کرے وہاں نقض معتبر ہو گا۔

5:قواعد شرعیہ:

قواعد شرعیہ کی مخالف میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ ابن بدران لکھتے ہیں:

’’وزاد مالك ينقض بمخالفة القواعد الشرعية ولا يعتبر لنقضه طلب صاحب الحق على الصحيح من المذهب‘‘ 10

ترجمہ: مالک نے مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قواعد شرعیہ کی مخالفت کی وجہ سے نقض ہو گا اور مذہب صحیح پر صاحب حق کے اس نقض کو طلب کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

علامہ سیوطی نے الاشباہ میں لکھا:

’’قال القرافي: أو خالف القواعد الكلية‘‘ 11

ترجمہ: قافی کہتے ہیں یا جو قواعد کلیہ کی مخالفت کرے۔

6:عقلیات:

امر معقول اور عقلیات میں اجتہاد نہیں ہو سکتا۔

امام غزالی میں لکھتے ہیں:

’’وكذلك إذا تنبهنا لأمر معقول في تحقيق مناط الحكم أو تنقيحه بحيث يعلم أنه لو تنبه له لعلم قطعا بطلان حكمه فينقض الحكم‘‘ 12

ترجمہ: اور اسی طرح جب ہم کسی امر معقول کو مناطِ حکم کی تحقیق میں یا اس کی تنقیح میں اس طرح جان لیں کہ اگر مجتھد اس پر متنبہ ہوتا تو قطعی طور پر حکم کے بطلان کو جان لیتا تو پس حکم ٹوٹ جائے گا۔

علامہ آمدی الاحکام میں لکھتے ہیں:

’’(من الأحكام الشرعية) تميز له عما كان من القضايا العقلية واللغوية وغيرها‘‘ 13

ترجمہ: (احکام شرعیہ کے ذریعے) اجتہاد قضائے عقلیہ اور لغویہ سے ممتاز ہو گیا۔

7:حسیات ولغات:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

حسیات اور لغات میں بھی اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے۔ علامہ آمدی کی عبارت ابھی گزری۔

شرح العضد للایجی میں ہے:

’’وقولنا لتحصیل ظن إذ لا اجتهاد فی القطعیات، وقولنا بحکم شرعی لیخرج ما فی طلب غیره من الحسیات والعقلیات‘‘ [14]

ترجمہ: ہمارا کہنا ’’لتحصیل الظن‘‘ کیونکہ قطعیات میں کوئی اجتہاد نہیں اور ہمارا حکم شرعی کہنا اس وجہ سے ہے تاکہ اجتہاد کے علاوہ وہ چیز نکل جائے جس کا تعلق حسیات وعقلیات سے ہے۔

8: مسائل علم الکلام:

علم الکلام کا تعلق عقلیات سے بھی ہے اور شرعیات سے بھی ہے۔ بہر صورت ان میں اجتہاد جائز نہیں ہے؛ کیونکہ علم الکلام کا تعلق عقیدے سے ہے اور عقیدے میں ایک ہی مصیب اور درستگی پر ہوتا ہے لہٰذا اس میں اجتہاد قطعاً نہیں ہو سکتا ہے وگرنہ اس فن میں جس گمراہ یا بددین اور ملحد نے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے ان کی تصحیح لازم آئے گی۔

البتہ اس مسئلے میں بعض حضرات کو یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب عقیدے میں اصول بھی ہیں اور فروع بھی تو اصول قطعی ہیں جس کی وجہ سے اس میں اجتہاد نہیں ہو سکتا مگر فروع قطعی نہیں ہیں بلکہ ظنی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے منکر کو کافر نہیں کہتے، تو اس میں اجتہاد جائز ہونا چاہیے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بعض عقائد اگرچہ ظنی ہیں مگر وہ اثبات میں قطعی ہیں یعنی قطعی الدلالت ہیں، اور جب وہ قطعی الدلالت ہیں تو ان میں اجتہاد نہیں ہو سکتا۔

علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں:

’’ولا یجوز أن یقال کل مجتهد في الأصول الکلامیة أي العقائد مصیب، لأن ذلك یؤدي إلی تصویب أهل الضلالة من النصاری في قولهم بالتثلیث والمجوس في قولهم بالأصلین للعالم النور والظلمة والکفار في نفیهم التوحید وبعثة الرسل والمعاد في الآخرة والملحدین في نفیهم صفاته تعالی کالکلام وخلقه أفعال العباد وکونه مرئیاً في الآخرة وغیر ذلك‘‘ [15]

ترجمہ: اصول کلامیہ میں ہر مجتہد کو مصیب کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ گمراہ لوگوں کو درست کہنے کی طرف لے جائے گا جیسا کہ نصری کا تثلیث کا قول کرنا اور مجوسیوں کا عالم کے لیے دو اصلوں (نور اور ظلمت) کا قول کرنا اور کفار کا توحید بعثت انبیاء اور آخرت کی نفی کا قول کرنا اور ملحدین کا صفات باری تعالیٰ جیسے کلام اور تخلیق افعال عباد اور آخرت میں رویت باری تعالیٰ جیسے عقائد کی نفی کرنا۔

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

’’هذه الأحکام إما أنها تعبدیة أي توقیفیة أو سماعیة، لا مجال للعقل فیها, ولا یصح فیها الاجتهاد‘‘ [16]

ترجمہ: جو احکام تعبدی یا توقیفی یا سماعی ہوں ان میں عقل کو کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس میں اجتہاد درست ہے۔

مصطفیٰ زحیلی لکھتے ہیں:

’’إن أمور العقیدة أیضاً ثابتة لا تتغیر ولا تتبدل، ولا تقبل الاجتهاد، وهي ثابتة منذ نزولها ومن عهد الأنبیاء والرسل السابقین، حتی تقوم الساعة، ولا تتغیر بتغیر الأزمان‘‘ [17]

ترجمہ: بے شک امور عقیدہ بھی ثابت شدہ ہوں جن میں تغیر تبدل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اجتہاد کو قبول کیا جائے گا۔ اور یہ عقیدے کے نزول کے وقت سے اور عہد انبیاء اور مرسلین سے ثابت شدہ ہیں یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور تغیر زمان سے بھی نہیں بدل سکتے۔

وہ مقامات جن کے اجتہادی ہونے میں اختلاف ہے:

ذیل میں وہ مقامات درج ہیں کہ جن میں علماءِ اصولیین نے اختلاف کیا ہے کہ بعض کے نزدیک اس کی موجودگی میں یا اس کے خلاف اجتہاد جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

1: خبر مشہور:

حنفیہ کے نزدیک خبر مشہور کے مقابلے میں اجتہاد جائز نہیں کیونکہ یہ قوت میں خبر متواتر کے قریب ہے۔

تیسیر التحریر میں ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

''(فلا ينفذ القضاء بشيء منها) أي المجتهدات المذكورة المخالفة للكتاب أو السنة المشهورة أو الإجماع لكونها في مقابلة القطعي'' [18]

ترجمہ: قضاء نافذ نہیں ہو گی ان اجتہاد میں جو کتاب و سنت مشہورہ یا اجماع کے مخالف ہوں کیونکہ یہ اجتہادات قطعی کے مقابلے میں ہیں۔

غمز عیون البصائر میں ہے:

''أن علماءنا قسموا الحكم بثلاثة أقسام قسم يرد بكل حال، وهو ما خالف قطعي الكتاب كالحكم بحل زوجة الأب أو موطوءته بملك يمين؛ لأنه مخالف لقوله تعالى { وَلا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ } [النساء: 22] والسنة المشهورة والإجماع وقسم يمضي بكل حال، وهو الحكم في محل الاجتهاد وأمثلته كثيرة وقسم ثالث اختلفوا فيه، وهو الحكم المجتهد فيه، وهو ما يقع الخلاف فيه بعد وجود الحكم'' [19]

ترجمہ: ہمارے علماء نے حکم کو تین اقسام میں منقسم کیا: پہلی قسم وہ جو ہر حال میں مردود ہے یہ وہ ہے جو قطعی کتاب اللہ کے خلاف ہو جیسے والد کی زوجہ یا موطوہ کو ملک یمین کے ذریعے حلت کا حکم کرنا کیونکہ یہ اللہ عزوجل کے فرمان'' وَلا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ'' کے اور سنت مشہورہ اور اجماع کے مخالف ہے دوسری قسم کا حکم ہر حال میں جاری رہے گا۔ اور یہ وہ حکم ہے جو محل اجتہاد میں ہو۔ تیسری قسم اس میں علماء نے اختلاف کیا اور یہ وہ حکم ہے جس میں اجتہاد کیا گیا اس میں حکم پائے جانے کے بعد اختلاف ہو سکتا ہے۔

اسی میں ہے:

''وجهل من خالف في اجتهاده الكتاب أو السنة المشهورة أو عمل بالغريب على خلاف الكتاب أو السنة المشهورة فإنه ليس بعذر أصلا كالفتوى ببيع أمهات الأولاد،وهو مذهب بشر المريسي وداود الأصفهاني''[20]

ترجمہ: جاہل ہے وہ شخص جو اپنے اجتہاد میں کتاب و سنت کی مخالفت کرے یا کتاب و سنت کے برخلاف کسی غریب چیز پر عمل کرے کیونکہ یہ اصلا عذر نہیں جیسے اپنے اولاد کی ماوؤں کی بیع اور یہ بشر مریسی اور داود اصفہانی کا مذہب ہے۔

2:خبر آحاد:

احناف اور دیگر بعض حضرات کے نزدیک خبر واحد کے مقابلے میں اجتہاد درست نہیں ہے بلکہ اجتہاد پر خبر واحد کو مقدم کیا جائے گا۔ اور بعض متاخرین حنفیہ کے نزدیک خبر واحد کے اجتہاد پر مقدم ہونے کیلئے اس کے راوی کا فقیہ ہونا شرط ہے۔

البحر المحیط میں ہے:

''ولا يشترط أن يكون فقيها عند الأكثرين سواء خالفت روايته القياس أم لا. وشرط عيسى بن أبان فقه الراوي لتقديم الخبر على القياس ، ولهذا رد حديث المصراة،وتابعه أكثر متأخري الحنفية،ومنهم الدبوسي،وأما الكرخي وأتباعه فلم يشترطوا ذلك، بل قبلوا خبر كل عدل إذا لم يكن مخالفا للكتاب أو السنة المشهورة، ويقدم على القياس. قال أبو اليسر منهم: وإليه مال أكثر العلماء. قال صاحب " التحقيق ": وقد عمل أصحابنا بحديث أبي هريرة: «إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا» ، وإن كان مخالفا للقياس، حتى قال أبو حنيفة: لولا الرواية لقلت بالقياس، وقد ثبت عن أبي حنيفة أنه قال: ما جاءنا عن الله وعن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فَعَلَى الرَّأسِ وَالعَيْنِ'' [21]

ترجمہ: اکثر علماء کے نزدیک خبرِ واحد کے راوی کا فقیہ ہونا شرط نہیں ہے، اس کی روایت قیاس کے مخالف ہو یا نہ ہو عیسیٰ بن ابان نے قیاس پر خبرِ واحد کے تقدم کیلئے راوی کا فقیہہ ہونا شرط قرار دیا ہے اسی وجہ سے انہوں نے بکری کے تھن باندھ کر بیع والی حدیث پر عمل نہیں کیا اور اکثر متأخرین حنفیہ نے ان کی اتباع کی انہی میں سے امام دبوسی بھی ہیں۔

بہر حال کرخی اور آپ کے متبعین نے اس شرط کا اعتبار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے ہر عادل کی خبر کو قبول کیا جب تک وہ کتاب یا سنتِ مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور قیاس پر خبرِ واحد کو مقدم رکھا، انہی میں سے ابو المیسر نے کہا اکثر علماء اسی کی طرف مائل ہیں، صاحب ''التحقیق'' کا کہنا ہے کہ ہمارے اصحاب نے حدیث ابو ہریرہ: ''جب کوئی شخص بھولے سے کھا پی لے'' پہ عمل کیا اگرچہ یہ حدیث قیاس کے مخالف ہے یہاں تک کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر یہ روایت نہ ہوئی تو میں قیاس سے حکم

معلوم کروں گا اور تحقیق امام اعظم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب ہمارے پاس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے کوئی چیز آجائے تو وہ ہمارے سر، آنکھوں پر ہے۔

فصول البدائع میں ہے:

’’ولذا يبطل القياس في مقابلة خبر الواحد ‘‘ [22]

ترجمہ: اسی وجہ سے خبر واحد کے مقابلے میں قیاس باطل قرار دیا گیا ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

’’قلنا مهما كانت المسألة ظنية فلا ينقض الحكم؛ لأنا لا ندري أنه حكم لرده خبر الواحد أو أنه حكم بمجرد صيغة الأمر، بل لعله كان حكم الدليل آخر ظهر له، فإن علمنا أنه حكم لذلك لا لغيره وكانت المسألة مع ذلك ظنية اجتهادية، فلا ينبغي أن ينقض؛ لأنه ليس لله في المسألة الظنية حكم معين‘‘ [23]

ترجمہ: جب مسئلہ ظنی ہو تو حکم ختم نہ ہوگا، کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہ حکم وہ ہے جسے خبر واحد نے رد کیا یا فقط صیغہ امر سے ثابت ہے بلکہ شاید دلیل کا حکم دوسرا ہو، جو مجتہد پر ظاہر ہوا ہو، پس اگر ہم جان لیں کہ مجتہد نے یہ حکم اسی دلیل کی بنیاد پر دیا ہے اور مسئلہ ظنی اجتہادی ہو تو مناسب یہ ہے کہ حکم ختم نہ ہو، کیونکہ مسئلہ ظنی میں حکم اللہ تعالی نے معین نہیں فرمایا۔

3: قیاس جلی / خفی:

وہ قیاس جو اجتہاد کے مخالف ہو اس میں علماء نے جلی اور قطعی کی قید لگائی ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ قیاس اگرچہ جلی ہو مگر جب ظنی ہے تو اس کے مقابل اجتہاد جائز ہے، یہ امام غزالی نے فرمایا۔ اور بعض نے کہا کہ قیاس کے مقابلے میں اجتہاد جائز ہے وہ قیاس جلی ہو یا خفی۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

’’وإن أرادوا به قياسا مظنونا مع كونه جليا فلا وجه له، إذ لا فرق بين ظن وظن، فإذا انتفى القاطع فالظن يختلف بالإضافة وما يختلف بالإضافة فلا سبيل إلى تتبعه‘‘ [24]

ترجمہ: اگر فقہاء کی اس سے مراد قیاسِ ظنی ہے، اور وہ قیاسِ جلی ہی ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ دو ظن کے درمیان کوئی فرق نہیں، اور جب قطعیت منتفی ہو جائے تو ظن اضافت کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے، اور جو چیز اضافت کے سبب مختلف ہو جائے تو اس کے تتبع کی طرف کوئی راستہ نہیں۔

شیخ ابن بدران لکھتے ہیں:

’’ولا ينقض بمخالفته القياس سواء كان جليا أو خفيا خلافا لمالك والشافعي وابن حمدان في الجلي‘‘ [25]

ترجمہ: قیاس کی مخالفت کی وجہ سے اجتہاد کا حکم ختم نہ ہوگا چاہے قیاس جلی ہو یا خفی، برخلاف امام مالک و شافعی اور ابن حمدان کے، کہ یہ حضرات قیاسِ جلی میں مخالفت کے قائل نہیں۔

وہ مقامات جہاں اجتہاد ہو سکتا ہے:

ذیل میں وہ مقامات درج کیے جا رہے ہیں کہ جہاں اجتہاد ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے عموماً دو صورتیں ذکر کی جاتی ہیں مگر اس کے علاوہ بھی ہم ذکر کریں گے۔

1: نص قطعی نہ ہو:

یعنی اسباب علم میں سے جن سے قطعیت ثابت نہیں ہوتی ہے چاہے وہ شرعی ہوں یا عقلی ہو یا حسی وغیرہا ہوں ان میں اجتہاد ہو سکتا۔

المستصفی میں ہے:

’’والمجتهد فيه كل حكم شرعي ليس فيه دليل قطعي . واحترزنا بالشرعي عن العقليات ومسائل الكلام، فإن الحق فيها واحد والمصيب واحد والمخطئ آثم. وإنما نعني بالمجتهد فيه ما لا يكون المخطئ فيه آثما؛ ووجوب الصلوات الخمس والزكوات وما اتفقت عليه الأمة من جليات الشرع فيها أدلة قطعية يأثم فيها المخالف فليس ذلك محل الاجتهاد‘‘ [26]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

ترجمہ: مجتہد فیہ (وہ مسائل جہاں اجتہاد ہو سکے) ہر وہ حکم شرعی جس میں دلیل قطعی نہ ہو، ہم نے شرعی کے ذریعے عقلیات اور مسائل کلام سے احتراز کیا ہے، کیونکہ مسائل کلامیہ میں ایک ہی حق پر ہوتا ہے اور ایک ہی مصیب، اور مخطی گنہگار ہوتا ہے، ہماری مجتہد فیہ سے مراد وہ ہے جس میں خطا کرنے والا گنہگار نہ ہو، پانچوں نمازیں اور زکوۃ اور جن چیزوں پر امت متفق ہے ان میں دلائل قطعیہ ہوتے ہیں جن کی مخالفت کرنے والا گنہگار ہے پس یہ چیزیں محل اجتہاد نہیں۔

2: نص ہی نہ ہو:

کسی مسئلے میں نص موجود ہی نہ ہو تو وہاں اجتہاد ہو سکتا ہے۔

قاضی ابو یعلی العدۃ میں لکھتے ہیں:

''یجتهد فیما لا نص فیه لیعرف حکمه بالوجود'' [27]

ترجمہ: جس مسئلے میں نص نہ ہو وہاں اجتہاد ہو سکتا ہے، تاکہ اس کا حکم وجود سے جانا جاسکے۔

التقریر والتحبیر میں ہے:

''الاجتهاد علیه فیما لا نص فیه'' [28]

ترجمہ: اجتہاد ان چیزوں میں ہو گا جن میں نص نہ ہو۔

3: اجماعِ سکوتی ظنی:

اجماع قطعی کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کے مقابلے میں اجتہاد نہیں ہو سکتا، مگر اجماعِ سکوتی، فردی ظنی کے مقابلے میں اجتہاد ہو سکتا ہے۔

علامہ آمدی لکھتے ہیں:

''وإنما یمکن نقضه بأن یکون حکمه مخالفا لدلیل قاطع من نص أو إجماع أو قیاس جلي، وهو ما کانت العلة فیه منصوصة أو کان قد قطع فیه بنفي الفارق بین الأصل والفرع کما سبق تحقیقه، ولو کان حکمه مخالفا لدلیل ظني من نص أو غیره، فلا ینقض ما حکم به بالظن لتساویهما في الرتبة'' [29]

ترجمہ: نقضِ اجتہاد یوں ممکن ہے کہ اس کا حکم قطعی دلیل یعنی نص، اجماع یا قیاسِ جلی کے مخالف ہو، اور قیاسِ جلی وہ ہے جس میں علتِ منصوصہ ہو یا جس میں اصل اور فرع کے درمیان فرق کرنے والی چیز کے منفی ہو جانے کی وجہ سے قطعیت آگئی، اور اگر اس کا حکم نص یا غیر نص کی دلیل ظنی کے مخالف ہو تو اجتہادِ ظنی کا حکم ختم نہ ہو گا کیونکہ اب یہ دونوں رتبہ میں برابر ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''الإجماع لا یساعد في مسائل الاجتهاد، قلنا: الذي لا یساعد إنما هو الإجماع القاطع في متنه وسنده، وما ذکرناه من الإجماع السکوتي فظني، فلا یمتنع التمسك به في مسائل الاجتهاد کالظاهر من الکتاب والسنة'' [30]

ترجمہ: مسائل اجتہاد میں اجماع مددگار نہیں ہو گا، ہم نے کہا وہ اجماع مددگار نہ ہو گا جو متن اور سند کے اعتبار سے قطعیت کے درجے پر ہو، اور اجماعِ سکوتی تو ظنی ہے لہذا مسائل اجتہاد میں اس سے دلیل پکڑنا ممتنع نہ ہو گا، جیسا کہ کتاب وسنت کے ظاہر سے دلیل پکڑنا۔

شیخ ابن بدران لکھتے ہیں:

''وینقض أیضا بمخالفته إجماعا قطعیا لا ظنیا في الأصح'' [31]

ترجمہ: اجماعِ قطعی کی مخالفت کی بنا پر اجتہادی حکم میں نقض وارد ہو گا نہ کہ ظنی میں اصح قول کے مطابق۔

4: قطعی میں تنزیل وتطبیق کے لحاظ سے:

جب کوئی نص کسی واقعے کے متعلق حکم بیان کر رہی ہو تو اس کو تنزیل کہتے ہیں اور جب اس کو کسی جدید مسئلہ میں یا مالا نص فیہ مسئلہ میں قیاس اور اجتہاد کے ذریعے متعدی کیا جائے اور حکم معلوم کیا جائے تو اسے تطبیق کہتے ہیں۔

نص قطی الثبوت مع قطعی الدلالت ہے مگر اس کی تطبیق اور تنزیل میں مجتہد اجتہاد کر سکتا ہے۔

خلاصہ کلام

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

اجتہاد اسلامی شریعت کی ایک بنیادی اور ناگزیر خصوصیت ہے، جس کے ذریعے ہر دور میں پیش آنے والے نئے اور غیر منصوص مسائل کے شرعی احکام کتاب و سنت، اجماع، قیاس اور دیگر معتبر اصولِ استنباط کی روشنی میں متعین کیے جاتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی مشروعیت، اس کے شرعی دلائل، عہدِ صحابہ سے اس کی عملی مثالیں، مقاماتِ اجتہاد، غیر مقاماتِ اجتہاد اور اختلافی مقامات کا اصولی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ شریعتِ اسلامیہ نے اجتہاد کو صرف جائز ہی قرار نہیں دیا بلکہ ایسے مسائل میں، جن کے متعلق کوئی قطعی نص موجود نہ ہو، اسے ایک شرعی ضرورت کی حیثیت بھی دی ہے۔ قرآنِ کریم، سنتِ نبوی ﷺ، آثارِ صحابہؓ اور ائمۂ مجتہدین کے تعامل سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد اسلامی قانون کی بقا، وسعت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ تاہم اجتہاد کا اختیار مطلق نہیں بلکہ وہ ان حدود و قیود کا پابند ہے جو شریعت نے مقرر کی ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم کی قطعی نصوص، سنتِ متواترہ، اجماعِ قطعی، قطعی قیاس اور دیگر یقینی دلائل کے مقابلے میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، جبکہ غیر منصوص یا ظنی الدلالہ مسائل، نیز ایسے نئے معاملات جن کے بارے میں براہِ راست نص موجود نہ ہو، اجتہاد کا حقیقی میدان ہیں۔

اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ بعض امور، جیسے خبرِ مشہور، خبرِ واحد اور قیاس کی بعض اقسام میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم یہ اختلاف اجتہاد کے اصولی دائرے کے اندر ہے اور اسلامی فقہ کی وسعت اور علمی ارتقا کی علامت ہے۔ مزید بر آں، تجزیِ اجتہاد کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص علوم اور ابواب میں مہارت رکھنے والا اہلِ علم، مقررہ شرائط کی تکمیل کے بعد، محدود دائرے میں اجتہاد کر سکتا ہے، اور یہی موقف دلائل کے اعتبار سے زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر میں مصنوعی ذہانت، اسلامی مالیات، حیاتیاتی ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل تجارت، طبی تحقیقات اور دیگر جدید مسائل نے اجتہاد کی اہمیت کو مزید نمایاں کر دیا ہے۔ ان مسائل کے شرعی حل کے لیے ضروری ہے کہ اجتہاد کتاب و سنت، مقاصدِ شریعت اور مسلمہ اصولِ فقہ کی روشنی میں انجام دیا جائے، تاکہ ایک طرف شریعت کے قطعی احکام محفوظ رہیں اور دوسری طرف نئے پیش آنے والے مسائل کا مستند اور قابلِ اعتماد شرعی حل بھی فراہم کیا جا سکے۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد اسلامی شریعت کی دائمی جامعیت، اعتدال اور عملی افادیت کا مظہر ہے۔ جب تک اجتہاد شرعی اصولوں، مجتہد کی اہلیت اور مقاصدِ شریعت کی حدود کے اندر انجام دیا جائے، وہ نہ صرف جائز بلکہ امتِ مسلمہ کی علمی، قانونی اور معاشرتی رہنمائی کے لیے ناگزیر ذریعہ ہے۔

---

[1] ۔ (النساء: 83)

[2] ۔ أبو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن أبي داود، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأي في القضاء، حديث: 3592، تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد، (بيروت: المكتبة العصرية، د.ت.)، 303/3.

[3] ۔ المستصفی: جلد ۱ ، ص ۳۴۵،

[4] ۔ فصول البدائع: جلد ۲ ، ص ۴۹۰۔

[5] ۔ الاحکام للآمدی: جلد ۴ ، ص ۲۰۳۔

[6] ۔ المدخل: جلد ۱ ، ص ۳۸۴ ۔

[7] ۔ الاحکام للآمدی: جلد ۴ ، ص ۲۰۳۔

[8] ۔ المستصفی: جلد ۲ ص ۲۳۲۔

[9] ۔ تنقيح الفصول:جلد ۲ ، ص ۴۲۹ ، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس المالكي الشهير بالقرافي (المتوفى: 684هـ) رسالة علمية - جامعة أم القرى۔

[10] ۔ المدخل لابن بدران: جلد ۱، ص ۳۸۴۔

[11] ۔ الأشباه والنظائر: جلد ۱ ، ص ۱۰۵ ، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ) ، دار الكتب العلمية۔

[12] ۔ المستصفی: جلد ۲ ص ۲۳۱۔

[13] ۔ الاحکام فی اصول الاحکام: جلد ۲ ، ص ۴۲۶۔

[14] ۔ شرح العضد للایجی: جلد ۳ ، ص ۵۴۹، عضد الدین عبد الرحمن الایجی، (المتوفی: 756 ھ) ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ، لبنان۔

[15] ۔ شرح الورقات: جلد ۱، ص ۲۲۵، جلال الدين محمد بن أحمد بن محمد بن إبراهيم المحلي الشافعي (المتوفى: 864هـ) ، مكتبة العبيكان

[16] ۔ الوجيز فی اصول الفقہ الاسلامی: جلد ۱ ، ص ۱۶۶۔

---

[17]- القواعد الفقهية: جلد ١، ص ٣٦١، المؤلف: د. محمد مصطفى الزحيلي. الناشر: دار الفكر - دمشق
[18]- تيسر التحرير: جلد ٣، ص ٢٢٣، محمد امين المعروف امير بادشاه (المتوفى:972ھ) دار الفكر.
[19]- غمز عيون البصائر: جلد ٢، ص ٣١٠، أحمد بن محمد مكي، أبو العباس، شهاب الدين الحسيني الحموي الحنفي (المتوفى: 1098هـ) دار الكتب العلمية
[20]- غمز عيون البصائر: جلد ٣، ص ٢٩٩.
[21]- البحر المحيط:جلد ٦، ص ٢١٢.
[22] - فصول البدائع: جلد ٢ ، ص ٣٩١.
[23] - المستصفى: جلد ١ ص ٣٦٨.
[24]- المصدر نفسہ: جلد ١ ص ٣٦٨ .
[25]- المدخل لابن بدران: جلد ١، ص ٣٨٣.
[26]- المستصفى: جلد ٢ ص ١٨٦.
[27]- العدة في أصول الفقه: جلد ٥، ص ١٥٨٢، القاضي أبو يعلى ، محمد بن الحسين بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى : 458هـ)، بدون ناشر
[28]- التقرير والتحبير: جلد ٣ ، ص ٢٩٨، أبو عبد الله، شمس الدين محمد المعروف بابن أمير حاج ويقال له ابن الموقت الحنفي (المتوفى: 879هـ) دار الكتب العلمية.
[29]- الاحكام فی اصول الاحکام: جلد ٣ ، ص ٢٠٩.
[30]- المصدر نفسہ: جلد ١ ، ص ٣٠٠.

[31]- المدخل لابن بدران: جلد ١، ص ٣٨٣.